Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 01, Issue 02, July-December 2022, PP: 97-116
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v1i2.1509
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

نصوص شرعیہ کے تناظر میں تکثیری سماج کو درپیش مسائل اور تدارک

Problems faced by a pluralistic Society and Remedies in the Context of Sharia Texts

Abdul Rauf Sanawan

Lecturer Kips College Lahore.

Abstract

We Live in a Global and Pluralistic Society Where Faith Traditions, Religious, Spiritualties Collide. In this global village, the Camaraderie of Muslims and non-Muslims has increased more than in the past. As a result of the weakening of linguistic, religious, political and cultural prejudices, there has been a great change in the ancient concepts of minority and majority. In today's pluralistic society, the scope of human needs has become very wide and there has been a great diversity in them. Today, Muslims are facing multifaceted social, economic, political and psychological problems even though the Prophet (PBUH) taught human rights, collective justice, tolerance and a peaceful social life in international relations. If we study the Prophet's biography, we find examples of pluralistic society from the Meccan and Madani periods of the Prophet, peace be upon him, which lead us to a better life in a pluralistic society. To live in a pluralistic society, the divine teachings of Prophet Muhammad (PBUH) teaches a comprehensive and coherent plan of action which can be followed to create a vibrant and peaceful human society. This article explains deeply about the interfaith relations in the Pluralistic society according to Islamic thoughts and Seerah.

Keywords

pluralistic society problems, precedents of Holy Prophet, divine guide.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1. موضوع کا تعارف

اکیسویں صدی کی ایک اہم پیش رفت قومی ریاستوں کا وجود ہے، دنیا آج عملاً قومی ریاستوں میں منقسم ہے اور ان منقسم ریاستوں کو بین الاقوامی معاہدوں نے منظم کر رکھا ہے۔ ان معاہدوں کی موجودگی میں ریاستوں کا اپنا وجود بھی قائم ہے اور وہ عملاً ایک عالمی ریاست کی شکل بھی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ایک مسلم ریاست کے غیر مسلم ریاست کے ساتھ تعلقات اہمیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس گلوبل ولیج میں مسلم اور غیر مسلم کا اختلاط ماضی کی نسبت بہت بڑھ چکا ہے۔ لسانی، مذہبی، سیاسی اور ثقافتی عصبیتوں کی کمزروی کے نتیجے میں اقلیت و اکثریت کے قدیم تصورات میں بہت بڑا تغیر آچکا ہے۔ رسم و رواج، شادی بیاہ اور رہن سہن کے طریقوں میں تعامل کی صورتیں بہت بڑھ چکی ہیں۔ تعلیمی داروں میں اکٹھے تعلیم حاصل کرنے والے مسلم و غیر مسلم طلباء اور اکٹھے ملازمت کرنے والے مسلم و غیر مسلم کے درمیان کھانے پینے کے معاملات اور حلال و حرام کی تمیز جیسے سنجیدہ مسائل نے تکثیری سماج کو کئی ایک مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔ ایسے تناظر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نصوص شریعہ کا از سر نو مطالعہ کیا جائے اور قرآن و سنت کی وضع کردہ بین الاقوامی پالیسیوں کا درست فہم حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ تکثیری سماج کے لیے مذہبی اختلاف ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ایک ہی مذہب کے ماننے والے مختلف نظریات اور مختلف زبان اور تہذیب پر مشتمل معاشرہ بھی تکثیری سماج کہلاتا ہے۔ اگر سیرت الرسول ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں تکثیری سماج کے حوالے سے نظیریں مکی اور مدنی عہد نبوی ﷺ میں مل جاتی ہیں۔ تکثیری سماج میں زندگی گذارنے کے لیے اُسوۂ رسول ﷺ ایک جامع اور مربوط لائحہ عمل فراہم کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ایک متحرک اور پرامن انسانی معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ اس مضمون میں تکثیری سماج کو درپیش مسائل کا طائرانہ جائزہ پیش کرتے ہوئے نصوص شریعہ کی روشنی میں ان مسائل کے تدارک کے طریقے اور حل پیش کیا جائے گا۔

2. تکثیری سماج اور نصوص اِسلامیہ

موجودہ دور میں ساری عالمی برادری ایک بین الاقوامی نظام کے تحت منظم و مربوط ہے۔ ان حالات میں مسلم معاشرے تیزی سے بدلتے سماجی نظام میں تنہا اپنے معاشروں کی باز تشکیل نہیں کرسکتے۔ دنیا کی بیشتر خوش حال ریاستوں میں آباد مسلمان اقلیت میں ہیں اور اسی حیثیت میں رہتے ہوئے انہیں متنوع مذاہب اور مختلف تہذیبوں سے وابستہ افراد کے ساتھ تعامل کرنا پڑتا ہے۔ بحیثیت مسلم انھیں مذہبی اور تہذیبی اقدار کا دفاع اور ان کے فروغ کے لیے قرآن و سنت کی تعلیمات سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسلام میں یہی دو ایسے سرچشمے ہیں جو ابدی ہیں اور اُمت مسلمہ کو ہر زمانے اور صورتِ حال کے لیے رہنمائی اور ہدایت فراہم کرتے ہیں۔ یہ

دونوں ہدایت کے سرچشمے عمومیت اور عالمگیریت کے حامل ہیں۔ قرآن وسنت کی یہی ابدی حیثیت تکثیری و غیر تکثیری سماج میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ دین اِسلام کی یہ خوبی ہے کہ اس کے مذہبی احکامات کی نوعیت سماج کی تیزی سے بدلتی حالت اور فرد کی بدلتی مدنی زندگی کے پیشِ نظر تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسلام کے اسی وصف کے سبب فقہانے 'استدلال' اور 'سماجی سیاق وسباق' کو فقہی مسائل حل کے لیے مقدم رکھا۔ اسلامی معاشرتی ہدایات کی لچک کا اعتراف فقہانے ہمیشہ کیا ہے اور قرآن وسنت کے فہم وتفقہ میں اس لچک کو خوب استعمال کیا ہے۔ اس کی سند فقہا کی مقاصدِ شریعت کی تشریح میں بھی ملتی ہے جو دفعِ ضرر اور جلبِ منفعت کے دوہرے مقصد کو فقہ اسلامی کے بنیادی اصول کے طور پر شناخت کرتی ہے۔

فقہانے عصری تکثیری سماج کے حوالے سے قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے بے نظیر کوششیں کی ہیں۔ فقہی ذخیرے پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو ابن تیمیہ نے "اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب لکھی، ابن قیم الجوزی کی کتاب "احکام اھل الذمہ" کے نام سے متداول ہے۔ ماضی قریب میں مشہور عالم دین ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے "الفتاویٰ یوسف القرضاوی" میں ان مباحث کو موضوع بنایا ہے۔ انڈیا کے مشہور مصنف سید جلال الدین عمری کی کتاب "غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق" بھی اس حوالے سے اہم ہے۔ ماضی قریب کے عالم مولانا وحید الدین خان کی تالیف "مذہب اور جدید چیلنج" اور مولانا مودودی کی تالیف اسلامی ریاست (فلسفہ، نظام کار اور اُصول) اپنے اپنے موضوعات میں بے مثل ہیں۔

قدیم فقہانے دنیا کو دار الاسلام، دار الکفر (یا دار الحرب) اور دار الاحد کے خانوں میں بانٹ دیا۔ البتہ عصر حاضر میں دنیا کے جدید سماجی سیاق کے پیش نظر تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی سبب کے پیش نظر عصری فقہانے قرآن و سنت کے علاوہ عرف، مصالح مرسلہ اور استحسان کو قانونِ اسلامی کے اضافی مآخذ کے طور پر قبول کیا بشرطیکہ قرآن و سنت کے ساتھ یہ باہم متناقض و متصادم نہ ہوں۔ اُن کی دینی تعبیریں تکثیری سماج میں آباد مسلمانوں کے مسائل کے لیے کافی حد تک سود مند ثابت ہوئی ہیں۔

2.1 تکثیری سماج میں باہمی یگانگت وہم آہنگی کا تصور

اِسلام ہی عالم انسانیت کا مذہب ہے جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے فرمائی۔ علمائے اسلام کے تحقیقی نتائج یہ ثابت کرتے ہیں کہ تکثیری سماج کو درپیش مسائل اور اُن کے تدارک کے لیے تعلیمات نبوی مکی دور حیات سے زیادہ ملتی ہیں۔ مسلم اقلیت چاہے جہاں بھی رہائش پذیر ہو اس کے لیے اُسوہ حسنہ یعنی نبی کریم ﷺ کی زندگی اور تعلیمات ہی راہنما ہیں۔ آپ ﷺ کو مکہ میں خود ایک اقلیت کے مذہبی راہنما کی حیثیت سے رہنا پڑا کیونکہ اپنے وطن مکہ مکرمہ

ہی میں اِسلامی اُمت حکمران قریش سماج کے درمیان اقلیت بن کر رہ گئی تھی۔[1] آج کے تکثیری سماج میں مسلم اقلیتوں کے لیے اُسوہ نبوی ﷺ مشعل راہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے قرآنی تعلیمات والٰہی ارشادات کے پس منظر میں تیرہ برسوں تک مکی مسلم اقلیت کی تعمیر وارتقاء کا ایک نقشہ تیار کیا۔[2] یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ قدیم وجدید مصادر سیرت نے حضرت محمد ﷺ کے مکی دور حیات، عہد کارگزاری اور اقلیم کارسازی کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ تمام سیرت نگاروں نے مدنی دور حیات و عمل کو اتنا درخشاں تابندہ اور خیرہ کن بناکر پیش کیا کہ مکی عہد حیات وسیرت اس کی ایک محض پرچھائیں بن کر رہ گیا۔[3] موجودہ دور حیات کو درپیش مسائل کا حل آپ ﷺ کے مکی دور کے اُسوۂ حسنہ سے کامل صورت میں ملتا ہے۔ اِمامانِ وفقیہان اُمت شاطبیؒ اور شاہ ولی اللہؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ پورا اِسلام اور تمام تر شریعت اور سارا کا سارا دین مکی دور رسالت میں عطا کر کے محکم کر دیا گیا تھا۔ مدنی دورِ حیات و خدمات میں ان قواعد البیت پر اضافات و تعمیرات بلند کا کام کیا گیا اور اُن میں سے ہر ایک حکم و قانون و شرع کی اصل اصیل مکی ہے۔[4]

آج کے تکثیری معاشرے میں انسان کی ضروریات زندگی کا دائرہ بہت ہی وسیع ہوتا چلا گیا ہے اور ان میں بڑا تنوع آگیا ہے۔ آج کی تیز رفتار مادی ترقی کے ساتھ ان میں روز بروز اضافہ ہی کا امکان ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی بستی، شہر یا علاقہ ہی کے لیے نہیں بڑے سے بڑے ملک کے لیے بھی ان ضروریات کے سلسلہ میں خود کفیل ہونا دشوار ہورہا ہے۔ فی زمانہ مسلم و غیر مسلم ریاستوں میں آئین و قانون کی بالادستی نہ ہونے کے سبب حالات مکی دور نبوی ﷺ جیسے صورت اختیار کر چکے ہیں۔ مسلمان معاشرتی فلاح کے لیے مختلف غیر مسلم ریاستوں میں آباد اور خوش حال زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فی زمانہ دنیا کے تمام ممالک آپس میں دارالامن اور دارالعہد بن گئے ہیں۔ ساری عالمی برادری ایک بین الاقوامی نظام کے تحت منظم و مربوط ہے۔ علمائے اسلام مسلمانوں کا غیر اِسلامی ریاستوں میں قیام کو جائز قرار دیتے ہوئے اس ریاست کے اُصول و قوانین کی پابندی اور عہد وپیماں کی پاسداری اسلامی تعلیمات کا حصہ قرار دیتے ہیں۔[5] اگر تاریخ اسلام پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے عہد اولین میں جب قریش مکہ کے مظالم بڑھ گئے اور مسلمان آنحضور ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی ریاست میں قیام پذیر ہوئے تو وہاں اپنے دین متین پر قائم رہتے ہوئے، اس عیسائی ریاست کی تہذیب وتمدن میں زندگی کا حصہ بسر کیا۔ اسی دوران جب نجاشی کے حریفوں نے جنگ مسلط کی تو بقول حضرت اُم سلمہؓ صحابہ کرام نجاشی کی اس کے حریف پر فتح اور اس کے اقتدار کو برقرار رکھنے کی دعا کرتے تھے۔ جب جنگ میں نجاشی کی کامیابی کی نوید ملی تو بہت خوش ہوئے۔[6]

عصر حاضر میں ذرائع آمدورفت کی جدید سہولیات نے شرق وغرب کے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے۔ لوگوں کے لیے ایک جگہ

سے دوسری جگہ سفر کرنا انتہائی آسان ہو گیا ہے اور اقوام عالم نے ایسے اُصول و قوانین وضع کر دیے ہیں جن کے تحت ایک ریاست کے باشندے بلا تفریقِ مذہب، رنگ اور نسل دوسرے ملک اور ریاست میں نہ صرف بآسانی سفر کر سکتے ہیں بل کہ وہاں قیام بھی کر سکتے ہیں۔ اسلامی معاشرتی ہدایات کی لچک کا اعتراف فقہا نے ہمیشہ کیا ہے اور قرآن و سنت کے فہم و تفقہ میں اس لچک کو خوب استعمال بھی کیا ہے۔ قرون اولیٰ و وسطیٰ کے مسلم فقہاء نے قرآن و سنت کی روشنی میں بین الاقوامی تعلقات کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے قانون وضع کیے کہ ایسے علاقے جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں انہیں دارالاسلام قرار دیا جائے گا۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہاں غیر مسلم حکومت قائم ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی رقمطراز ہیں: ''کسی غیر اِسلامی حربی ملک میں اگر اِسلامی اَحکام مثلاً جمعہ اور عیدین کا اجراء ہو جائے تو وہ دارالاسلام ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہاں اصل یعنی اکثریتی آبادی غیر مسلم ہی ہو اور وہ علاقہ کسی مسلم ملک سے جغرافیائی طور پر متصل بھی نہ ہو۔[7]

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ، عہد خلافتِ راشدہ اور بعد کے ادوار میں بھی مسلمانوں نے مختلف اقوام کے ساتھ غیر جانبدار تعلقات اُستوار کیے۔ آج وہ غیر مسلم ممالک جن سے باہمی کاروبار، تجارت اور دیگر متعدد قسم کے معاہدات ہیں، سفارتی تعلقات قائم ہیں، پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ دونوں ممالک کی باہمی آمد و رفت ہیں۔ جہاں مسلمانوں کو نہ صرف جانی و مالی تحفظ حاصل ہے بل کہ مسلم کمیونٹی کو اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی مکمل آزادی میسر ہے۔ ایسے تکثیری معاشروں میں ہمسائیگی کو افادیت و اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمسائیگی تعلقات جتنے مضبوط ہوں انسان اتنے ہی سکون اور اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ جس سماج میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہوں، اُن کا آپس میں ملنا جلنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور اُن کی خوشی اور غم میں شریک ہونا، دینی نقطۂ نگاہ سے پسندیدہ عمل ہے۔ آپ ﷺ نے مکی دور حیات میں ایک بھرپور معاشرتی زندگی بسر کی۔ آپ ﷺ نے سقایہ، رفادہ، حجابہ وغیرہ کے تمام مناصب فلاح و خدمت میں کارگر و مؤثر تعاون کیا اور ان کی خدمات صالحہ میں اپنی فطری معاونت کا حصہ ڈالا۔[8] حضور ﷺ کا بقائے باہم اور بین المذاہب احترام پر کتنا یقین تھا اس کا اندازہ حلف الفضول کے قیام سے لگایا جا سکتا ہے جس کا مقصد مذہب، قبیلے اور حسب و نسب کی پروا کیے بغیر کمزوروں کی مدد کرنا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نبوت سے قبل ایک تکثیری معاشرے میں رہتے ہوئے اس تاریخی معاہدے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔[9]

آپ ﷺ نے مکہ کے تکثیری سماج میں ایک مثالی زندگی بسر کی۔ آپ ﷺ سماجی زندگی بڑی ہمہ گیر، وسیع اور ہر زمانہ کی سماجی ضروریات میں رہنمائی رکھنے والی ہے، سیرت طیبہ کا موضوع ایسے نقوش روشن سے مالامال ہے جس کی روشنی سے ہر غیر مسلم

ریاست میں مقیم رہائشی اپنے اپنے سماج کی کسی بھی نوع کی تاریکی کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔ حیات طیبہ کا جمال اور ضیاء بار کرنیں انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر یکساں پڑتی ہے، سیاسی زندگی ہو یا معاشی زندگی، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، سماجی زندگی ہو یا زندگی کا کوئی اور پہلو، سیرت طیبہ کے بحرِ بے کراں میں اس کی ہدایت اور رہنمائی کے درنایاب موجود ملتے ہیں۔ سیرت طیبہ کا سماجی پہلو آج بھی ایک روشن قندیل ہے، ایک منبع فیض اور بہترین اسوۂ حسنہ ہے۔ سیرت کتب میں بیاں ہے کہ کفار مکہ بھی آپ ﷺ کو صادق وامین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ دعویٰ رسالت کے بعد قریش آپ ﷺ کی جانی دشمن ہوگئے تھے لیکن حسن معاشرت کا وہ زریں اُصول قائم کیا کہ ہجرت مدینہ کے وقت حضرت علیؓ کو قریش کی رکھی ہوئی امانتیں تفویض کیں اور ہدایت کی صبح سے پہلے ان امانتوں کو ان کے مالکوں کو پہنچادینا۔[10] آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو تکثیری سماج میں پڑوسیوں کی خدمت اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم مسلمان اور غیر مسلم پڑوسی کی دی ہے۔[11] اسی طرح پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے بھی منع کیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ[12]

جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیے۔

آج اکثر غیر مسلم ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کو اِسلامی ریاست کی نسبت جان ومال اور عزت آبرو کا تحفظ بہتر طرپر حاصل ہے، وہاں زیادہ مسلمانوں کی زیادہ آبادی آباد ہے۔ ایسے تکثیری سماج میں مخلوط دعوتیں اور سماجی تقاریب آئے روز ہوتی ہیں۔ ایسے حالات میں مکی عہد نبوی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عرب جاہلی معاشرت میں فیاضی اور مروت سے ہر آنے جانے والوں اور عزیزوں کی خاطر وتواضع کرنا لازمی تھا۔ اسلامی مکی دور میں اسے ایک عمدہ سماجی روایت کے طور پر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے فروغ دیا۔ قریش مکہ کے بیشتر سردار اپنے اپنے گھروں، گڑھیوں اور محلوں میں اجتماعی دعوتیں کیا کرتے تھے۔ باوجود تمام مخالفت وعناد کے بعض قریشی اکابر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کی دعوتیں کرتے تھے اور آپ ﷺ دعوت قبول فرماتے۔[13] شہر مکہ میں جتنے قبائل تھے اسی تعداد میں مجالس محلہ تھے جن کو نادی کہا جاتا تھا جیسا کہ مدینہ میں محلہ وار مجالس کو سقیفہ کا نام دیا گیا تھا۔ ان نادیوں میں مختلف قسم کے فیصلے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو غلامی سے آزاد کرکے متبنیٰ بھی وہیں بنایا تھا۔[14] جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ قریش کے ساتھ سیاسی محفلوں میں شریک ہوتے تھے اور سیاسی معاملات میں حصہ لیتے تھے۔

احادیث مبارکہ میں کئی ایک ایسی دعوتوں کا ذکر خیر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کی دعوت قبول فرمائی ہے حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے نبی ﷺ کو جو کی روٹی اور بدبودار چربی (باتیں) کی دعوت دی

آپ نے قبول فرمائی۔[15] آپ ﷺ کو سماجی تعلق داری کا اس قدر احساس رہا کہ مسلم غیر مسلم ہمسائے کی دل جوئی فرماتے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ جب سالن پکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اپنے پڑسیوں میں سے جس گھر کی ضرورت ہو اس میں سے کچھ اسے بھیج دو۔[16] کئی ایک روایات سے ثابت ہے کہ مکہ کے تکثیری معاشرے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے غیر مسلموں کا پانی کھانے پینے حتیٰ کہ عبادات تک کے لیے استعمال کیا ہے۔[17] آپ ﷺ نے مکی دور میں اسلامی معاشرت کو مہمان نوازی سے فروغ دیا۔ مکہ کے اس تکثیری معاشرت میں غیر مسلم وفود ملنے کو آتے تو آپ ﷺ اُن کی مہمان نوازی فرماتے۔ مدنی دور نبوی میں بھی مہمان نوازی کا یہ عمل جاری وساری رہا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ آیا۔ آپ ﷺ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اس وفد کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں ادا کریں۔ چناں چہ ان مسیحی حضرات نے مسجد نبوی کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔[18] مہمان نوازی کے بارے میں یہاں تک فرمادیا کہ: ”جو شخص اللہ اور قیام کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی ضیافت کرے۔“[19] ایسی روایات کی روشنی میں فقہا غیر مسلم کے ہاں کھانا مباح اور سماجی روابط کو دین کی نصرت کے لیے مبارک سمجھتے ہیں۔

عصری تکثیری سماج میں یہ روایت عام ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکار فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کے مقصد سے اپنی تقریبات میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مدعو کرنے لگے ہیں۔ فقہا کی رو سے ایسی تقریبات، جن پر مذہبی رنگ غالب ہو، ایک مسلمان کے لیے ان میں شرکت نہ کرنا اولیٰ ہے، لیکن اگر مذہبی رنگ غالب نہ ہو تو وہ شریک ہو سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا قول مبارک مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے: ”حلال اور حرام واضح ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ اُمور ہیں، جو شخص ان سے اپنا دامن بچالے، اُس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا۔[20]

تکثیری سماج میں حسن معاشرت کی بقا تبھی ممکن ہے جب ہر شہری دوسرے شہری کے لیے امن وسلامتی کے جذبات رکھتا ہو۔ اسلام نے پیروکاروں کو حسن معاشرت قائم رکھنے کے لیے دعا و سلام کو عام کرنے کی تعلیم فرمائی۔ مکی اسلامی معاشرت کی روایات تکثیری سماج میں آباد مسلمانوں کی یوں رہنمائی ملتی ہے کہ مکی عہد رسالت میں غیر مسلموں کو سلام کرنے کی روایات کثرت سے ملتی ہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی، اس نے وہ پیش کی تو آپ ﷺ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ انہیں حسین وجمیل رکھے، چناں چہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے۔[21] روایت میں آتا ہے کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ بہتر ہے جو سلام میں پہل کرے۔[22] خواہ ملنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ مولانا جلال الدین عمری اس حوالے سے

لکھتے ہیں کہ: ”ہمیں ایک ایسے معاشرے کے بارے میں سوچنا چاہیے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملا جلا اور مخلوط معاشرہ ہے۔ جہاں دونوں کے درمیان ثقافتی، سماجی، معاشی، غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود ہیں اور دونوں قانونی اور دستوری روابط میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے معاشرہ میں غیر مسلموں کو مسنون طریقہ سے سلام کیا جائے تو یہ مخالف سلف عمل نہ ہو گا۔[23]

موجودہ دور میں ساری عالمی برادری ایک بین الاقوامی نظام کے تحت منظم و مربوط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظم اجتماعی پیدا کرنا انسان کا فطری جذبہ ہے۔ اجتماعیت کی تشکیل قوموں کا وجود معاشروں اور سلطنتوں کی تنظیم انسان کے اسی فطری شعور کا حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے ودیعت کیا ہے۔ گویا اجتماعی زندگی اس کی فطرت کی آواز ہے۔ سوال یہ ہے کیا مسلمان دیگر اقوام سے کٹ کر زندگی بسر کریں حالاں کہ تکثیری معاشرت میں باہمی میل ملاپ ایک فطرتی سماجی روایت ہے۔ حضور ﷺ سے ایک صحابیؓ نے گوشہ نشینی کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اسے منع فرمایا اور اجتماعی زندگی گزارنے کا حکم دیا۔[24] مولانا محمد رابع ندوی "اصلاح معاشرہ" کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: ”اجتماعی زندگی اور انفرادی اخلاق اور اہل تعلق کے حقوق اور انسانی خصوصیات کا بہتر طریقہ اختیار کرنے سے جو معاشرہ وجود میں آتا ہے وہ بلند کردار انسانی معاشرہ بنتا ہے۔ جس میں سب کو راحت حاصل ہوتی ہے اور ہمدردی اور آپس کا تعاون اور اخلاقی برتاؤ اور خیر پسندی کی صفات عمل میں آتی ہیں۔“[25]

مکہ کے تکثیری معاشرے میں رسول اکرم ﷺ نے باہمی زیارت اور میل ملاپ کی سماجی روایت کو برقرار رکھا۔ آپ ﷺ اپنے عزیزوں خاص کر اعمام وعمات (چچاؤں اور پھوپھیوں) اور اُن کے خاندان والوں کے ہاں برابر جایا کرتے تھے۔[26] اسی طرح متعدد غیر مسلم حضرات وخواتین کے گھروں میں مسلم صحابہ کا آنا جانا مکی دور کا معمول تھا۔[27] اُسوۂ حسنہ ﷺ کی رو سے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کے ساتھ بات چیت میں، ملنے جلنے اور تعلقات میں اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہو۔ ان میں جو سماجی اور معاشرتی لحاظ سے جس حیثیت کا مالک ہو اس کے مطابق اسے عزت واحترام کا مقام دیا جائے۔[28] دربار نجاشی سے ایک وفد آیا۔ نبی اکرم ﷺ بذات خود اُن کے استقبال اور خدمت کے لیے کھڑے ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپؐ کی طرف سے کافی ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے حبشہ میں ہمارے اصحاب کی عزت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ میں خود ان کی اس نیکی کا بدلہ دوں۔[29]

سیرت نبوی ﷺ سے ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں مسلم اور غیر مسلم والدین سے صلہ رحمی کی اجازت دی گئی ہے۔ آدمی کے والدین چاہے مسلمان ہوں یا کافر ان کا نان نفقہ اور ضرورتوں کی تکمیل اس پر واجب ہے۔[30] حتیٰ کہ آپ ﷺ نے

مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی ہے۔ اس حوالے سے مشہور واقعہ حضرت اسما بنت ابو بکرؓ کا ملتا ہے جس میں اُن کی مشرک والدہ ملنے آئیں اور بطور تحفہ مکھن پنیر بھی لائیں۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔[31] ایک دوسرے موقع پر رحمی رشتہ داروں سے تعلق کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا۔ رحم "رحمن کا ہی ایک شعبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا جس نے تجھ سے ملاپ رکھا تیرا پاس کیا میں بھی اس سے بنا کر رکھوں گا جس نے تجھے کاٹا تجھ سے تعلق توڑا میں بھی اسے کاٹ دوں گا اس سے تعلق توڑ لوں گا۔[32]

تکثیری معاشرت میں جہاں مادیت پرستی کو عرف عام ہے اس کے برعکس مکی عہد نبوی ﷺ میں سماجی تعلق کو اولیت دی گئی ہے۔ اسلامی معاشرے ہمیشہ تکثیری (Plural) معاشرے رہے ہیں اور غیر مسلم گروہوں کو ان کی شناخت کے ساتھ اجتماعیت کا حصہ تسلیم کیا گیا ہے ان کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے ان کے لئے قانون سازی کی گئی ہے ضوابط بنائے گئے ہیں اور ان کو ہر قسم کی زیادتی سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، آپ ﷺ ہمیشہ باہم اتفاق اور رواداری کی طرف رہنمائی فرماتے۔ آپ ﷺ نے مریض کی عیادت کی ترغیب دی ہے اور اسے بہت بڑا کار ثواب بتایا ہے۔ ایک دفعہ نبی کرم ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو غیر مسلم تھا۔[33] علامہ مرغینانی غیر مسلم کی عیادت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اُن کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے، اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا۔[34] آپ ﷺ کے سامنے کسی غیر مسلم کا جنازہ بھی گزرتا تو آپ احترام میں کھڑے ہو جاتے۔[35] ہدایہ میں قدوری کی عبارت ہے کہ کسی کافر کا انتقال ہو جائے اور مسلمان اس کا ولی ہو تو وہ اسے غسل دے گا اور اُس کی تدفین کرے گا۔[36] تکثیری معاشرے میں رواداری کو فروغ دینے کے لیے غیر مسلم کی وفات پر اظہارِ ہمدردی کی جاسکتی ہے، ان کے خاندان اور پسماندگان کے غم میں شرکت ہونا، تسلی دینا اور مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ رہنا بسا اوقات زیادہ ضروری ہوتا ہے تاکہ انہیں حوصلہ ملے اور اپنے آپ کو اکیلا و اجنبی محسوس نہ کریں۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ اِخْوَاناً[37]

ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔"

غیر مسلم پڑوسیوں سے تعلقات کے بارے میں علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاء: الْأَحَادِيثُ فِي إِكْرَامِ الْجَارِ جَآءَ تْ مُطْلَقَةٌ غَيْرُ مُقَيَّدَةٍ حَتَّى الْكَافِرِ[38]

علماء نے کہا ہے کہ پڑوسی کے اکرام واحترام میں جو احادیث آئی ہیں، وہ مطلق ہیں اس میں کوئی قید نہیں ہے، کافر کی بھی قید نہیں ہے۔ غیر مسلم اگر تنگ دست اور محتاج ہو تو اس کی بھی مالی مدد صدقات وخیرات کی شکل میں کرنی چاہیے۔ چنانچہ قرآن کریم کی آیت﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾[39] کی تفسیر کے ذیل میں ابن کثیر لکھتے ہیں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ اس آیت نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی دین کا ماننے والا تم سے سوال کرے تو اُس پر خرچ کرو۔[40]

انسانی سماج کی بہترین تشکیل اخلاقی خوبیوں کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کی سماجی زندگی ایک بہترین اور کامل انسان کی زندگی ہے، جس کے اخلاق فاضلہ کی روشنی سے ہر دور کے انسانی سماج کو منور کیا جاسکتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد پاک ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[41]

بیشک آپ اخلاق کے بڑے درجے پر ہیں۔

سماج کے کمزور افراد کی خبر گیری اور مدد آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی روشن مثالیں ہیں۔ ایک صحابی حضرت خباب ؓ کسی لشکر میں گئے ہوئے تھے، ان کے گھر میں کوئی دوسرا مرد نہ تھا، اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا، آپ ﷺ روزانہ ان کے گھر جاکر دودھ دوہ آتے تھے، دوسروں کے کام کر دینا آپ ﷺ کو اس قدر محبوب تھا کہ ایک دفعہ نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو چکی تھی، اسی دوران ایک بدو نے آپ ﷺ کا دامن پکڑ کر کہا میرا تھوڑا سا کام رہ گیا ہے، آپ پہلے اسے کر دیجئے۔ آپ ﷺ چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیے، اور اس کا کام پورا کرنے کے بعد نماز کے لیے تشریف لائے۔ مکہ میں ایک بار قحط پڑ گیا۔ اہل مکہ جو مسلمانان مدینہ کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے، رسول کریم ﷺ نے ان کے ساتھ انسانی حسن سلوک کا اعلیٰ نمونہ قائم کرتے ہوئے مسلمانوں کی غربت وتنگدستی کے عالم میں بھی پانچ سو دینار جمع کر کے سرداران مکہ کو بھیجے کہ وہ قحط کے شکار لوگوں کی مدد کر سکیں۔[42] حتیٰ آپ ﷺ نے جنگ و جدل میں سماجی تعلق کو نبھایا۔ جنگ بدر میں جب مسلمانوں نے پانی کے چشمہ پر حوض بنا کے وہاں پڑاوُ ڈال لیا تو باوجود حالت جنگ کے جب دشمن پانی لینے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں پانی لے لینے دو۔[43]

تکثیری معاشرت میں خیر وسگالی پیدا کرنے کے لیے تحائف کا تبالہ ضروری ہیں۔ تحائف کا تبادلہ دوطرفہ تعلقات کو مضبوط بنانے میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ تحائف کا تبادلہ سماجی اور معاشرتی زندگی کا ایک خوش گوار تقاضا ہے۔ احادیث میں غیر مسلموں کو تحفہ دینے اور ان کے تحفہ قبول کرنے کا ثبوت موجود ہے۔ رسول خدا ﷺ کو غیر مسلم سلاطین اور سربراہان ملت نے تحائف پیش کیے اور آپ ﷺ نے قبول فرمائے بعض اوقات آپ ﷺ نے خود بھی انھیں تحفہ عنایت کیے۔[44] یہ تحائف

آپ ﷺ خود بھی استعمال میں لاتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی عطا کرتے جو کہ اہل خانہ کے لیے لے جاتے۔[45]سب سے زیادہ حاکم مصر مقوقس نے تحفے ہدیہ کیے۔ جو آپ ﷺ نے قبول فرمائے۔[46]رسول اکرم ﷺ کے پاس جو تلواریں تھیں، اُن میں ایک کا نام ذوالفقار تھا۔ [47] طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجاج بن علاط نے یہ آپ ﷺ کو ہدیہ میں پیش کی تھی۔[48]حضرت بلالؓ جو رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کا نظم کیا کرتے تھے، اُن کے بقول ایک مرتبہ فدک کے حکمراں نے آپ ﷺ کو غلے اور کپڑے سے لدی چار اُونٹیاں تحفے میں بھجوائیں، جن کے ذریعے قرض اُتارا گیا۔[49]اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کسری نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ دیا، آپ نے قبول کیا۔[50]حمیر کے بادشاہ ذی یزن کیلئے آپ ﷺ نے تینتیس اونٹوں کے عوض ایک جوڑا خرید کر تحفہ میں بھیجا۔ [51]حضرت انسؓ سے رایت ہے کہ شاہ روم نے نبی پاک ﷺ کو سندس کا ایک قیمتی جبہ بھیجا، آپ ﷺ نے پہنا۔[52]اسی طرح غیر مسلم والدین کی طرح اپنے دیگر غیر مسلم اعزاوا قارب کے ساتھ ہدایا کا تبادلہ بھی ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بار ریشم کا قیمتی جوڑا آپ ﷺ سے ہدیے میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ آپؐ نے تو مردوں کو ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے، پھر میں اس کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ اس لیے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو، بل کہ اسے کسی استعمال میں لاؤ اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ سن کر انھوں نے اپنے ایک مشرک بھائی کو وہ جوڑا ہدیہ کر دیا۔"[53]

ایسی کئی ایک روایات تکثیری سماج میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے قندیل راہ ہیں کہ وہ حسن معاشرت کے لیے تحائف کا تبادلہ کرتے رہیں۔

ابلاغ کی سہولتوں نے جغرافیائی حدود کے تصور کو ختم کر دیا ہے۔ ابلاغ کی اس صلاحیت نے تجارت اور مالی معاملات کی درجہ بندی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اسی انقلاب اور اس کے انتظام کو عالمگیریت (Globalization) کا نام دیا جارہا ہے۔ جدید قومی ریاستوں کے وجود کے بعد اقتصادیات نے اہمیت اختیار کرلی ہے۔ بہتر معایر زندگی کے حصول کے لیے مسلمان اُن غیر مسلم ریاستوں میں آباد ہیں یا ہو رہے ہیں جہاں غیر مسلم شہریوں کی اکثریت ہے۔ ایسی صورت میں روز مرہ معمولات میں کئی ایک مسائل در پیش آرہے ہیں۔ خاص کر ذرائع معاش اورر روز مرہ برتنے کی اشیا کا استعمال۔ اگر سیرت نبوی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مکی عہد نبوی میں معیشت و اقتصاد کا انحصار چار ذرائع پیداوار پر تھا: تجارت، زراعت، صنعت اور مزدوری و اجیری۔[54]نبی پاک ﷺ نے بعثت سے قبل بھی تجارت کی اور بعثت و نبوت کے بعد بھی جاری رکھی۔ کئی صحابہ کرامؓ تجارت کے پیشے سے وابستہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جاہلیت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تجارت تھا۔ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو آپ ﷺ نے مجھے

کہا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ تو میرے شریک تجارت تھے اور آپ کیا ہی اچھے شریک تھے۔ آپ نے کبھی بے جا تکرار اور تو تکار نہ کی۔[55]

آج مشترکہ سماج پر مبنی ریاستیں قانو سازی کر رہی ہیں کہ اقلیتوں کو الگ تھلگ نہ رکھا جائے بل کہ ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اُن کی تیار کردہ مصنوعات کو فروغ دیا جائے۔ جب کہ اس بات کی تعلیم نبی پاک ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے عطا کر دی کہ غیر مسلموں کی بنائی ہوئی مصنوعات، کھانے پینے کے برتن قابل استعمال ہیں۔[56] انھی تعلیمات کی روشنی میں فقہانے غیر مسلموں کے بنکروں یا اُن کے کارخانوں کے تیار کردہ کپڑوں کا استعمال بالاتفاق جائز قرار دیا ہے۔ غیر مسلموں کے تیار کردہ کپڑے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ استعمال کرتے تھے۔[57] آج مسلمانوں کے ذہنوں میں سوال اُٹھتا ہے کہ اس تکثیری معاشرے میں غیر مسلموں کے ساتھ تجارت جائز ہے یا نہیں۔ یا جن چیزوں کو اللہ تو نے حلال ٹھہرایا ہے ان کی تجارت یا مالی لین دین غیر مسلم سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس حوالے سے فقہا جائز قرار دیتے ہوئے حضرت عائشہؓ کی روایت دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی ذرہ رہن رکھی۔[58] ذہن میں رہے کہ آج کے اس تکثیری سماج میں بیشتر غیر مسلم ریاستوں میں مسلم خاصی تعداد میں آباد ہیں اور ان ملکوں کے سیاسی، معاشی اور سماجی معاملات میں اس طرح ان کا عمل دخل ہے کہ مسلمان ان سے کٹ کر نہیں رہ سکتے۔ ان کی ضروریات ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ آبادی کی بیشتر عمومی ضروریات بڑے بڑے اداروں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے ذریعے پوری کی جاتی ہیں۔ یہ ادارے قومی اور شخصی بھی ہوتے ہیں لیکن بالعموم انہیں کئی کئی افراد کے گروپ چلاتے ہیں اور بعض ادارے قومی ملکیت میں بھی ہوتے ہیں۔ ان میں فنی ماہرین ہوں یا عام محنت مزدوری کرنے والے سب ہی افراد ادارہ کے ملازم یا کارکن ہوتے ہیں۔ ادارہ اور کارکن دونوں کے حقوق بھی بڑی حد تک متعین ہوتے ہیں۔ اس لیے فقہا ان اداروں میں کام کرنے کو جائز تصور کرتے ہیں۔ ہجرت کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے)ہجرت کرتے وقت (بنو دیل کے ایک مرد کو نوکر رکھا جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا۔ اور اسے بطور ماہر راہبر مزدوری پر رکھا تھا۔[59] اسی طرح حضرت علیؓ کے حسن عمل سے یہ ثابت ہے کہ آپؓ نے ایک یہودی کے باغ کی آبیاری کی۔[60] اسی طرح حضرت خبابؓ پیشے کے لحاظ سے لوہار تھے اور ایک مشرک عاص بن وائل کے ہاں کام کرتے تھے۔[61]

عصری تکثیری معاشرت میں مسلمان یا مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں یا احساس کمتری کا شکار ہیں۔ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ نے جاہلی معاشرے کی رسوم ورواج کو مکمل طور پر ترک کرنے کی بجائے اسے اسلامی

تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ ﷺ عرب کی اسی تہذیب اور معاشرت میں پیدا ہوئے، صحابہ کرامؓ اسی ملک اور اسی تہذیب سے تعلق تھا۔ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی غذا، لباس، رہن سہن اور معاشرت وہی تھی جو اہل عرب کی تھی۔[62] آپ ﷺ کو جس معاشرے میں مبعوث کیا گیا وہ تہذیب وثقافت کی حامل قوم تھی۔ آپ ﷺ نے اس تہذیب وثقافت کو کلی طور پر منہدم کیا اور نہ ہی مکمل طور پر اسے قبول کر لیا بلکہ جو چیزیں وحی اور فطرت انسانی کی روشنی میں اچھی تھیں ان کو قبول کر لیا اور اس کے برعکس چیزوں کو ترک کر دیا۔[63] عرب میں عموماً لنگی باندھنے کا دستور تھا لیکن ایرانی شلوار (سراویل) استعمال کرتے تھے۔ اتفاقاً بعض عرب تاجر ایران سے عرب سراویل لائے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جب اس ایرانی لباس پر پڑی تو آپ ﷺ نے اسے خرید لیا۔[64]

اسلام وہ پہلا دین ہے جس نے انسان اور اس کی معاشرت، معاشرتی اداروں اور معاشرتی استحکام وزوال کے بارے میں الہامی آراء کا اظہار کیا ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں ریاستوں کے باہمی تعلقات کو اہمیت دی گئی ہے۔ ایک اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست کے درمیان امن وامان اور صلح کے معاہدے کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس ضمن میں مسلمان مؤرخ ابن خلدون پہلا مفکر ہے جس نے فلسفہء تاریخ کے ساتھ عمرانیات پر بھی تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ دوسری اہم شخصیت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہے جنھوں نے عمرانی فلسفے اور معاشرتی ادارات پر فکر انگیز بحثیں کی ہیں۔ ان مفکرین کے بقول اسلام نے معاہدہ کی پابندی اور اس کے احترام کی سخت تاکید کی ہے یہ عہد وپیمان چاہے افراد کے درمیان ہوں یا فرد اور ریاست کے درمیان۔ نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ سے معاہدے کے سبب حضرت ابو جندل کو واپس مکہ بھجوا دیا۔[65] اسلام نے عہد شکنی کو جرم عظیم اور آخرت میں سخت رسوائی کا باعث قرار دیا ہے۔[66] آپ ﷺ نے انفرادی اور قومی معاہدات کی پاسداری کی تعلیم فرمائی۔ معاہدات کے حوالے سے آپ ﷺ نے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: خبردار! جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا۔[67] موجودہ دور میں ساری عالمی برادری ایک بین الاقوامی نظام کے تحت منظم ومربوط ہے۔ اس عالمی قانون پر دستخط کر کے اس پر عمل پیرا نہ ہونا دراصل اِسلام کے اُصول ایفائے عہد کی خلاف ورزی ہے، لہٰذا UN سے وابستہ تمام غیر اِسلامی ممالک کو اصلاً دارالحرب نہیں قرار دیا جائے گا، بل کہ انھیں دار العہد اور دارالامن گردانا جائے گا۔ اب تمام معاہد اقوام یا معاشرے امن وامان کے خلاف کسی عمل کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ ان معاہدات کی موجودگی میں اگر کوئی امن عالم کو خراب کرنے

کی کوشش کرتا ہے تو اس کا یہ فعل قرآن و سنت کے خلاف ہو گا۔[68] ایک سماج کے لوگوں کے درمیان پُرامن بقائے باہم اور خوشگوار زندگی کا سب سے بہتر نمونہ اور اصول "میثاق مدینہ" کے نام سے ہمارے سامنے موجود ہے، رسول کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے مختلف قبائل اور اہل مذاہب کے ساتھ آپ ﷺ نے معاہدہ فرمایا، یہی معاہدہ میثاق مدینہ ہے، اس کی دفعات کتنی مدبرانہ اور معقول ہیں، اس کا اندازہ اس میثاق کے متن کی دفعات کو پڑھ کر کیا جاسکتا ہے۔[69] اس معاہدے کی بیشتر دفعات تکثیری سماج میں زندگی بسر کرنے والوں کے لیے ایک بین الاقوامی دستوری ڈھانچہ ہے۔ اس معاہدے میں مسلمانوں، یہودیوں اور مختلف قبیلوں کے لیے، الگ الگ دفعات مرقوم ہیں۔ اس دستوری ڈھانچے سے آپ ﷺ نے تکثیری سماج کو ایک عالمگیر دستور حیات عطا کر دیا۔ سیرت 'محمد' کے مؤلف محمد حسین ہیکل نے لکھتے ہیں کہ: یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت رسول اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرے میں قائم فرمایا، جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کے اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا اور انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔[70] الغرض جہاں جہاں تکثیری سماج وجود میں آئے گا، آپ ﷺ کی عمومی و عالمگیر سیرت سے تاقیامت کامل رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

خلاصۃ البحث

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی معاشرت میں اعلی نظریات، بلند نصب العین اور معاشرتی و اخلاقی اقدار ہیں اور اس معاشرت کی روح وہ بنیادی اصول ہیں جن پر اسلامی معاشرتی ڈھانچے کی استواری کا دارومدار ہے۔ دین اسلام ہر شعبہ زندگی پر محیط ہے، زندگی کا کوئی بھی رخ کوئی بھی پہلو، جس کا تعلق چاہے کسی فرد سے ہو، چاہے اجتماعی انداز کا ہو، چاہے کسی ایک معاشرہ، چاہے قومی و بین الاقوامی سطح پر ہو، ہر حالت میں اسلام کے دائرہ کار سے باہر نہیں۔ اسلام اپنی اساس اور بنیاد کے اعتبار سے ہی امن و آشتی اور محبت و شفقت کا علمبردار مذہب ہے۔ دنیوی معاملات میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو غیر مسلموں سے تعلقات قائم کرنے کی پوری اجازت دی ہے۔ دنیا میں کئی ممالک تکثیری سماج کی نمائندگی کرتے ہیں جیسے ریاست متحدہ ہائے امریکہ، سری لنکا، نیپال، بھوٹان، مالدیپ، تھائی لینڈ اور انڈونیشیا وغیرہ۔ سیرت نبوی سے مکمل تعلیمات ملتی ہیں کہ مسلمان غیر اقوام کی ریاستوں میں رہائش رکھ سکتے ہیں اور دین و دنیا کے فلاحی اُمور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکتے ہیں۔ عصری تکثیری سماج کا کوئی پہلو خواہ وہ انفرادی ہو، ذہنی، ایمانی، اخلاقی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی یا بین الاقوامی ہو، اس کی روشن مثالیں ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو پڑھنے سے ملتی ہیں۔ حضور ﷺ کا مکی و مدنی دور حیات آج کے تکثیری سماج کے حوالے سے رہنمائی کرتا ہے۔ غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے،

ان کی ضرورتوں میں کام آنے، حتیٰ کہ ان پر مال خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کا پانی، غذائی اشیاء، برتن، کپڑے اور دیگر چیزیں بلا کراہت استعمال کی جاسکتی ہیں۔ ان سے ملنا جلنا، ان کا اعزاز واکرام کرنا، انہیں مہمان بنانا، ان کی عیادت کرنا، ان کے جنازے میں شریک ہونا، پسماندگان کی تعزیت کرنا، ان کاموں کی مسلمانوں کو اجازت ہے۔ غرض اسلام نے غیر مسلموں سے ہر طرح کے سماجی اور انسانی تعلقات رکھنے کی اجازت دی ہے۔ باہمی مفاہمت اور رواداری کی ضرورت واہمیت اور اس کو فروغ دینے کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے افراد کی تیاری بھی ضروری ہے جو خداشناس اور اخلاقی وروحانی کردار کے حامل ہوں۔ یہ عبقری ہستیاں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وضع کردہ بین الاقوامی پالیسیوں کا درست فہم حاصل کر کے اُمت مسلمہ کو صراط مستقیم عطا کریں۔ ان کوششیں ثمر بار ہوں اور تکثیری سماج میں ایسا معاشرتی نظام وجود میں آئے جو عدل، تقویٰ اور ہمدردی وخیر خواہی پر مبنی ہو۔ ایسا معاشرتی تغیر جو فرد واجتماع کو خیر وفلاح پر آمادہ ومنظم کرے ہمیشہ مطلوب رہے گا۔

حوالہ جات

1 صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر، مکی اسوہ نبوی ﷺ: مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، س ن، ص 87۔
Siddiqīi, Yāsīn Mazhar, Dr., Makki Uswa Nabawi (peace be upon him): muslim aqliyatūn ke masāil kā hal, Islamic Research Academy, Karachi, p.87.

2 ایضاً، ص279۔
Ibid p.279

3 صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر، خطبات سرگودھا، سیرت نبوی ﷺ کا مکی عہد، یونیورسٹی آف سرگودھا، 2016ء، ص19۔
Siddiqīi, Yāsīn Mazhar, Dr., khutbāt Sargodha, sirate nabvi kā makki ’ahid, University of Sargodha, 2016, p. 19.

4 ایضاً، ص38۔
Ibid P.38

5 حسین محی الدین قادری، ڈاکٹر، مقالات عصریہ، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، 2018ء، ص70۔
Hussain Muhyiddin Qadri, Dr., maqālāt ’asriyah, Minhāj Al-Quran Printers, Lahore, 2018, p.70.

6 ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک، سیرت النبی لابن ہشام، مترجم: سید یسین علی حسنی نظامی، ادارۂ اسلامیات، لاہور، 1996ء، 1/219۔
Ibn Hishām, Abu Muhammad Abd al-Mālik, Sirat al-Nabi la ibin Hishām, translator: Syed Yasin Ali Hosni Nizami, idāra Islamiat, Lahore, 1996, 1/219.

7 الحصکفی، محمد علاء الدین بن علی، الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، دار الفکر، بیروت، 1386ھ، 4/175۔
Al-Hasakfi, Muhammad Alauddin bin Ali, Al-Dure al-Mukhtar fi Sharh Tanweer al-Absaar, Dār al-Fikr, Beirut, 1386 AH, 4/175.

8 ابن قیم، حافظ ابی اعبداللہ محمد، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، مترجم: رئیس احمد جعفری، نفیس اکیڈمی اُردو بازار، کراچی، ص147۔

Ibn Qayyim, Hafiz Abi Abdullah Muhammad, Zād al-Miad fi Hadyi Khair al-ibad, Translator: Rais Ahmad Jafari, Nafis Academy Urdu Bazar, Karachi, p. 147.

9 ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل، البدایۃ والنھایۃ، مترجم: ابو طلحہ محمد اصغر، دارالاشاعت، لاہور، 2010ء، 1/148۔

Ibn Kathir, Hafiz Imad-ud-Din Abul-Fida Ismail, Al-Badiya wa al-nihaya, Translator: Abu Talha Muhammad Asghar, Dār al-isha’at, Lahore, 2010, 1/148.

10 محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، مترجم: عبداللہ العمادی، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار کراچی، 2012ء، 2/154۔

Muhammad Bin Saad, Tabaqat Ibn Saad, Translator: Abdullah Al-Amādi Nafis Academy, Urdu Bazaar Karachi, 2012, 2/154.

11 القرطبی، ابی عبداللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1999ء، 5/184۔

Al-Qurtubī, Jami al-ahkām al-Qur’an, moasa al-risālat, Beirut, 1999, 5/184.

12 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کِتَاب الْأَدَبِ، بَابُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَہُ، رقم الحدیث: 6018۔

Al-Bukhārī, Muhammad bin Ismaīl, Abū Abdullah, Al-Jāme’u Al-Sahih, dār al-hadarat lil-nasher wa al-Taūzee, Riyadh, 2015, kitāb al-adab, bāb man kāna yomino billahw wa al-yaum al-akhir fala yu zi jara hu, hadith number: 6018.

13 صدیقی، خطبات سرگودھا، سیرت نبوی ﷺ کا مکی عہد، ص141۔

Siddiqīi, khutbāt Sargodha, sirate nabvi kā makki ’ahid, p. 141.

14 محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، مشتاق بک کارنر لاہور، 2016ء، ص34۔

Muhammad Hamidullah, Dr., ’ahide nabvi mein nizāme hukmarāni, Mushtaq Book Corner, Lahore, 2016, p.34.

15 ابن کثیر، سیرت النبی ﷺ، مترجم: ہدایت اللہ ندوی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 1996ء، 3/394۔

Ibn Kathir, , Seerat-ul-Nabi (peace and blessings of Allah be upon him), translator: Hidayatullah Nadwi, Muktaba Qudusiyah, Lahore, 1996, 3/394.

16 مسلم، ابن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالآدَابِ، باب الْوَصِيَّةِ بِالْجَارِ وَالإِحْسَانِ إِلَيْهِ، رقم الحدیث: 6688۔

Muslim, ibn Al-Hajjāj al-qashiri, Sahih Muslim, dār al-hadarat lil-nasher wa al-Taūzee, Riyadh, 2015, Kitāb al-bir wa al-silato wal adāb bāb al-wasiyato biljār waihsan elahe, number: 3860.

17 البخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب الْمَنَاقِبِ، بَابُ عَلاَمَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الإِسْلاَمِ، رقم الحدیث: 3571۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme’u Al-Sahih, kitāb al-manāqib, bāb ’alamte al-nabuate fi al-islam, hadith number 3571.

18 محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار للطباعۃ والنشر، بیروت، 1978ء، 1/357۔

Muhammad Ibn Sa'd, Tabaqat al-Kubra, Dar Lal Tabaa'at Wal-Nashr, Beirut, 1978, 1/357

19 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کتاب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي الضِّيَافَةِ وَغَايَةِ الضِّيَافَةِ كَمْ هُوَ، رقم الحدیث: 1967۔

Tirmidī, Muhammad bin Isa, Sunan al-tirmizi, , dār al-hadarat lil-nasher wa al-Taūzee, Riyadh, 2015, Kitāb al-bir wa-asillaato 'an rasū allah bābma ja'a fi ziyafate wa ghayatiz ziyafte kum huwa, number: 1967.

20 البخاری، الجامع الصحیح، کِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، رقم الحدیث: 52۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme'u Al-Sahih, kitāb al-emān, bāb 'fazle man istabrrah le-denehe, hadith number 52.

21 الصنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، المصنف، دار التاصیل، دمشق، 2015ء، 10/352۔

Al-Sanaani, Abd al-Razzaq bin Hammam, Al-Musnaf, Dar al-Taseel, Damascus, 2015, 10/352.

22 ابو داوٗد، سلیمان بن اشعث، سنن أبي داود، دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، أبواب النوم، باب في فضل من بدأ السلام، رقم الحدیث: 5197۔

Abū Dawūd, Suleimān Bin Ashash, sunane Abi Dawūd , dār al-hadarat lil-nasher wa al-Taūzee, Riyadh, 2015,a bwāb al-naum fi fazle man bada asalam, hadith no. 5197.

23 عمری، جلال الدین، غیر مسلموں سے تعلقات اور اُن کے حقوق، اسلامی پبلشرز، دہلی، 2014ء، ص 135۔

Umri, Jalaluddin, ghair muslimūn se taaluqat awr un ke haqooq, Islami Publishers, Delhi, 2014, p. 135.

24 الخطیب، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح (مترجم) فرید بک سٹال، لاہور، 2001ء، رقم الحدیث: 687۔

Al-Khatib, Muhammad bin Abdullah, Mishkut al-Masabih (Translator), Faridbak Stal, Lahore, 2001, Hadith Number: 687.

25 ندوی، بلال عبد الحی حسینی، اصلاح معاشرہ سورہ حجرات کی روشنی میں، سعید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی 1430ھ، ص 9۔

Nadvi, Bilal Abdul Hai Hussaini, eslhe muashra Surah Hujarat ki roshni men, Saeed Ahmed Shaheed Academy, Rae Bareilly, 1430 AH, p. 9.

26 صدیقی، خطبات سرگودھا، سیرت نبوی ﷺ کا مکی عہد، ص 138۔

Siddiqīi, khutbāt Sargodha, sirate nabvi kā makki 'ahid, p. 138.

27 ایضاً، نبی اکرم ﷺ اور خواتین ایک سماجی مطالعہ، کتاب سرائے پبلشرز، لاہور، 2008ء، ص 31۔

Ibid,nabi akram awr khwateen aik samji mutala, Kitab Sarai Publishers, Lahore, 2008, p. 31.

28 ابن عربی، ابو بکر، أحکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000ء، 2/250۔

Ibn Arabī, Abū Bakr, Ahkām al-Qur'ān, Dār al-Kutub al-Ulamiya, Beirut, 2000, 2/250.

29 نبوت ورسالت کے دلائل، 2/457۔

Nabūat wa risāat ke dalāil, 2/457.

30 عمری، جلال الدین، اِسلام میں خدمت خلق کا تصور، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ، 1990ء، ص 47۔

Umri, Jalāluddin, islām main khidmate khalq ka taswur, idāra tahqiqat islami, Aligarh, 1990, p.47.

31 مسلم، صحیح مسلم، کِتَابُ الزَّكَاةِ، فَضْلِ النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ، رقم الحدیث: 2324۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitāb al-Zakah, Fadzl al-Nifqat wa al-Sadqah, hadith number: 2324.

32 مسلم، صحیح مسلم، کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، رقم الحدیث: 6518۔

Ibid , Kitāb al-Bir wal-Silah, Number of Hadith: 6518.

33 احمد بن حنبل، ابوعبداللہ، مسند احمد بن حنبل، دار الکتب، بیروت، 2013ء باب انس بن مالکؓ، 3/152۔

Ahmad bin Hanbal, Abu Abdullah, Musnad Ahmad bin Hanbal, Dār al-Kutub, Beirut, 2013, bāb Anas bin Mālik, 3/152.

34 المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایۃ، داراحیاء، التراث العربی، بیروت، 2018ء، 4/380۔

Al-Marghināni, Ali bin Abi Bakr, Al-Hidāiya, Dār ahyā, Al-Tarāth al-Arabi, Beirut, 2018, 4/380.

35 البخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب الْجَنَائِزِ، رقم الحدیث:1247۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme'u Al-Sahih, kitāb al-Janāiz, Number of Hadith: 1247.

36 المرغینانی، الہدایہ، 1/162۔

Al-Marghināni, Al-Hidāiya, 1/162.

37 الترمذی، سنن الترمذی، أبواب البر والصلة، رقم الحدیث:1935۔

Tirmidī, Sunan al-tirmizi, bāb al-Bir wal-Silah, Number of Hadith: 1935.

38 القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 5/184۔

Al-Qurtubī, Jami al-ahkām al-Qur'an, 5/184.

39 القرآن2:272۔

Al-Qu'rān 2:272

40 ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، دار لکتب العلمیہ، بیروت، 2015ء، 1/324۔

Ibn Katheer, Imad al-Din Ismail, Tafsir al-Qur'an al-Azeem, Darul Kitab al-Ulmiya, Beirut, 2015, 1/324.

41 القرآن4:68۔

Al-Qu'rān 4:68

42 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، ردالمختار علی الدر المختار، سعید سنز، کراچی، 1995ء، 6/655۔

Ibn Abidin, Muhammad Amin Bin Umar, Radal Al-Mukhtar ala Al-Dur Al-Mukhtar, Saeed Sons, Karachi, 1995, 6/655.

43 ایضاً۔

Ibid

44 الترمذی، سنن الترمذي، کتاب السیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي قَبُولِ هَدَايَا، رقم الحدیث:1576۔

Tirmidī, Sunan al-tirmizi, kitāb Al-sair an rasool (PBUH), bāb ma jaa fi qabul Hadaya, Number of Hadith: 1576.

45 ابن ماجۃ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کِتَابُ اللِّبَاسِ، بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ، رقم الحدیث:3596۔

Ibn Majah, Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, dār al-hadarat lil-nasher wa al-Taūzee, Riyadh, 2015,, Kitāb al-Libbās, bāb lanus al-hareer wazahab lil-nisā, hadith number: 3596.

46 الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2016ء، 3/172۔

47 ابن الاثیر، حسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ،، مترجم: عبد الشکور فاروقی، المیزان ناشران کتب، لاہور ،1998ء، 37/1۔

Ibn al-Athīr, Hasan Ali bin Muhammad al-Jazirī, Asad al-Ghābah fi Ma'rifat al-Sahāba, translated by: Abdul Shakur Fārooqi, Al-Meezān Nāshrān Kitab, Lahore, 1998, 1/37.

48 الطبری، تاریخ الرسل والملوک، 177/3۔

Al-Tabari, Tārikh al-Rasl al-Maluk, 3/177.

49 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم الحدیث:3152۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme'u Al-Sahih, kitāb farz al-khamas, hadith number 52.

50 السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، 1414ھ، 91/5۔

Al-Sarakhsi, Muhammad bin Ahmad, Al-Mabusut, Dār al-Marafah, Beirut, 1414 AH, 5/91.

51 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعہ، باب یلبس احسن ما یجد، رقم الحدیث:886۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme'u Al-Sahih, kitāb al-jumah bāb yalbisu ahsanu ma yajidu, hadith number 52.

52 ابن القیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ص154۔

Ibn al-Qayyim, Zad al-Miād fi Hadiyo Khair al-ebād, p. 154.

53 مسلم، صحیح مسلم، کِتَاب اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ، رقم الحدیث:5401۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitāb al-libas wa zinatu, hadith number: 5401.

54 صدیقی، نبی اکرم ﷺ اور خواتین ایک سماجی مطالعہ، ص155۔

Siddiqīi, Dr., Nabi akram (peace be upon him) aūr khawātīn aik samāji mutāla, p.155.

55 محمد صویانی، ڈاکٹر، سیرت رسول ﷺ، فہم دین ویلفیئر سوسائٹی، وزیر آباد، 2017ء، ص46۔

Muhammad Sawyāni, Dr., Seerat Rasool (peace be upon him), Fahm Din Welfare Society, Wazirabad, 2017, p. 46.

56 ابو داؤد، سنن أبي داود ، كتاب الأطعمة باب الأكل في آنية أهل الكتاب، رقم الحدیث:3839

Abū Dāwūd, Sunan Abi Dāwūd, Kitāb al-atemah, bāb Al-Aql in Aniyah Ahl al-Kitab, Hadith Number: 3839

57 ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی، دار عالم الکتب، ریاض، 1993ء، 112/1۔

Ibn Qudāma, Abdullah bin Ahmad, al-Mughani, Dār Alam al-Kitāb, Riyadh, 1993, 1/112.

58 ابن القیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ص147۔

Ibn al-Qayyim, Zad al-Miād fi Hadiyo Khair al-ebād, p. 147.

59 البخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب الْإِجَارَةِ ، رقم الحدیث:2263۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme'u Al-Sahih, kitāb al-ejarah, hadith number 2263.

60 ابن ماجۃ، سنن ابن ماجۃ، کتاب الرھون، رقم الحدیث:2448۔

Ibn Mājah, Sunan Ibn Mājah, Kitāb al-rehun, , hadith number: 2248.

61 البخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب الْإِجَارَةِ ، رقم الحدیث:2275۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme'u Al-Sahih, kitāb al-ejārah, hadith number 52.

62 عمری، غیر مسلموں سے تعلقات اور اُن کے حقوق، ص64۔

Umri, ghair muslimūn se taaluqāt awr un ke haqooq, p. 64.

63 شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ص215۔

Shāh Waliullah, Ahmad bin Abdul Rahim, Hajjatullah al-Balaga, Muktaba Rahmaniya, Lahore, p. 215.

64 ابن القیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ص154۔

Ibn al-Qayyim, Zad al-Miād fi Hadiyo Khair al-ebād, p. 154.

65 ابن ہشام، سیرت النبی لابن ہشام، 3/105۔

Ibn Hishām, Sirat al-Nabi la ibin Hishām, 03/105.

66 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اثم الغادر للبر والفاجر، رقم الحدیث:3189۔

Al-Bukhārī, Al-Jāme'u Al-Sahih, kitāb al-jizyah wal-mawādeah bāb 'esmu al-ghadir lil bir wal fajir, hadith number 52.

67 ابوداؤد، سنن أبي داود ، کتاب الخراج والإمارۃ والفيء باب في تعشیر أھل الذمۃ إذا اختلفوا بالتجارات، رقم الحدیث:3052۔

Abū Dāwūd, Sunan Abi Dāwūd, Kitāb al-atemah, bāb Al-Aql in Aniyah Ahl al-Kitāb, Hadith Number: 3839

68 حسین محی الدین قادری، مقالات عصریہ، ص70۔

Hussain Muhyiddin Qadri, Dr., maqālāt 'asriyah, p.70.

69 محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص84۔

Muhammad Hamidullah, 'ahde nabwi mein nizāme hukmarāni , p.84.

70 ہیکل، محمد حسین، حیات محمد، مترجم: معاذ ہاشمی، مجاہد پرنٹنگ پریس، لاہور، 1999ء، ص294۔

Heikal, Muhammad Hussain, Hayāt Muhammad, translator: Muāzhashmi, Mujāhid Printing Press, Lahore, 1999, p. 294.